اسلام کی اجتہادی روایت کا ترجمان
اجتہاد
شمارہ نمبر ۱۵
۲۰۲۲-۲۳
معاصر عائلی مسائل
اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان، اسلام آباد
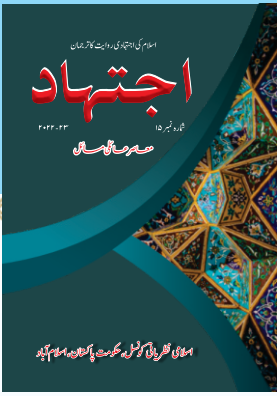
شمارہ: ۱۵ | ۲۰۲۲-۲۳

ناشر

ڈاکٹر اکرام الحق، سیکرٹری
اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد

ڈیزائن و بیسٹنگ

شہزاد اقبال فاروقی، محمد ذوہیب، عادل لطیف
شعبہ اجتہاد، اسلامی نظریاتی کونسل

زیر اہتمام

۴۶، اتاترک ایونیو، جی۔۵/۲، اسلام آباد
فون: ۰۵۱-۹۲۴۵۹۹۳ فیکس: ۰۵۱-۹۲۱۷۳۸۱
ای میل: contact@cii.gov.pk
ویب سائٹ: www.cii.gov.pk

پرنٹرز

موسیٰ پرنٹرز بلیو ایریا، اسلام آباد
0333-5527125

معاصر عائلی مسائل

تجربات ومشاہدات

ترجمہ وتلخیص

تبصرہ کتب

سفارشات وسرگرمیاں

نشے کی طلاق اور طلاق کے لیے عقل و ہوش کا مطلوبہ معیار

مولانا مفتی محمد زاہد

نائب صدر / شیخ الحدیث
جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

ذیل کی سطور آج سے پانچ چھے سال قبل لکھ کر ملک متعدد اہلِ افتا کی خدمت میں بھیجی گئی تھیں تاکہ اس کے ذریعے اس مسئلے پر غور کی دعوت دی جائے۔ تاہم ایک دو کے علاوہ کسی جگہ سے اب تک جواب سے سرفرازی نہیں ہو سکی۔ اب ان گذارشات کو اس لیے شائع کیا جا رہا ہے کہ وسیع پیمانے پر اہلِ علم تک پہنچا کر ان کی آرا سے استفادہ کیا جا سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "كل طلاق جائز إلا طلاق المعتوه المغلوب على عقله"۔[1] اگرچہ تکنیکی طور پر اس حدیث کی سند پر محدثانہ کلام ہو سکتی ہے اور خود امام ترمذیؒ نے بھی اس حدیث کے ایک راوی عطاء بن عجلان، جو اسے روایت کرنے میں متفرد ہیں، کو ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اہم بات یہ ہے کہ فقہاء کے ہاں اس مضمون کو قبولِ عام حاصل ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے بعد کہا ہے کہ اہلِ علم کا عمل اسی پر ہے۔ اس کے علاوہ یہی مضمون حضرت علیؓ سے موقوفاً بھی نقل کیا گیا ہے اور وہ سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی اسے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کی بنیاد پر اس بات پر فقہاء کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے کہ زوالِ عقل وقوعِ طلاق سے مانع ہے، یعنی جس کی عقل زائل ہو چکی ہو، اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ زوالِ عقل کا وہ کون سا درجہ ہے جو طلاق کے واقع ہونے سے مانع ہے۔ آیا اس کے لیے بالکلیہ عقل کا زائل ہو جانا یعنی جنون کی حد تک پہنچ جانا شرط ہے یا اس سے کم درجہ بھی کافی ہے؟ نشے کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم جاننے سے پہلے اس سوال کا جائزہ لے لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

زیرِ بحث مسئلے کے علاوہ متعدد مواقع ایسے ہیں جہاں فقہاء، بالخصوص فقہائے حنفیہ نے زوالِ عقل کی وجہ سے طلاق نافذ نہ ہونے کا حکم لگایا ہے، جو حسبِ ذیل ہیں:

۱) معتوہ کی طلاق:

جس طرح مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح فقہاء بالخصوص فقہائے حنفیہ کی تصریح کے مطابق "معتوہ" کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔[2] "عتہ" کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب درمختار نے لکھا ہے: "هو إختلال في العقل"۔ علامہ شامیؒ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے البحر الرائق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مجنون اور معتوہ کے درمیان فرق کے سلسلے میں سب سے بہتر بات یہ ہے کہ معتوہ وہ ہوتا ہے جس کی سمجھ بوجھ کم ہو، اس کی گفتگو غیر مربوط ہو اور اس کی تدبیر فاسد ہو، البتہ وہ گالی گلوچ اور مار پیٹ نہ کرتا ہو، جب کہ مجنون کی علامات اس سے مختلف ہوتی ہیں۔

---

[1] الترمذي، محمد بن عيسى، سنن الترمذي (بيروت: دار إحياء التراث العربي) ۳/ ۴۹۶، (رقم الحديث: ۱۱۹۱)

[2] ابن عابدين، حاشية ابن عابدين (بيروت: دار الفكر للطباعة والنشر، ۲۰۰۰م)، ۳/ ۲۴۳

شامی کے نقل کردہ الفاظ یہ ہیں:

"وأحسن الأقوال في الفرق بينهما أن المعتوه هو قليل الفهم، المختلط الكلام ، الفاسد التدبير،لكن لايضرب ولايشتم ،بخلاف المجنون"۔[3]

۲)جائز نشے کی حالت میں طلاق:

اگر نشہ کسی ایسے سبب سے ہو جو گناہ کا موجب نہ ہو، مثلاً بعض ادویہ جن میں نشے کی تاثیر بھی ہوتی ہے، انہیں دوا کی نیت سے استعمال کیا، لیکن اتفاقاً نشہ آگیا اور اسی حالت میں طلاق دے دی تو اکثر فقہاء کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوتی، لیکن اس نشے کی تعریف کیا ہے؟ یا نشے کا کون سا درجہ مراد ہے؟ تو امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ "سکران" سے مراد وہ شخص ہے جس کی عقل اتنی زائل ہو چکی ہو کہ اسے زمین و آسمان اور مرد و عورت کی تمیز باقی نہ رہے، جب کہ صاحبین کے نزدیک نشے کی حالت سے مراد ایسی کیفیت ہے جس میں آدمی بے ہودہ اور بے ربط سی باتیں کرتا ہو۔ یہاں اول تو اکثر مشائخِ حنفیہ نے اس مسئلے میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

"ومال أكثرالمشايخ إلى قولهما ، وهو قول الأئمة الثلاثة، واختاروه للفتوى،لأنه المتعارف،وتأيّد بقول على رضى الله تعالى عنه : "إذاسكر هذى "--- وبه ظهر أن المختار قولهما في جميع الأبواب فافهم"۔[4]

دوسرے علامہ شامیؒ نے ابن الہمامؒ سے نقل کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے نشے کے لیے جو شرط لگائی ہے کہ اسے زمین و آسمان کی تمیز نہ رہے، اس سے مراد وہ نشہ ہے جس کی وجہ سے حد واجب ہوتی ہے، اس لیے کہ اگر نشہ اس سے کم درجے کا ہے تو شبہ پیدا ہو جائے گا اور شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ جہاں تک حد کے علاوہ باقی احکام کا تعلق ہے، مثلاً اس کے تصرفات کا نافذ نہ ہونا، تو اس کے لیے امام صاحبؒ کے نزدیک بھی نشے کی وہی تعریف ہے جو صاحبین کے نزدیک ہے۔ ابن الہمامؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"وأما تعريفه عنده في غير وجوب الحد من الأحكام فالمعتبر فيه عنده اختلاط الكلام والهذيان كقولهما"۔

پچھلی عبارت میں اکثر مشائخ کی دلیل میں جو کہا گیا تھا "لأنه المتعارف"، اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے نشے میں ہونے یا نہ ہونے کا مدار عرف پر ہے۔ عرفاً جس شخص کو نشے میں سمجھا جائے وہ شرعاً بھی سکران ہو گا، یہی بات شافعیہ میں سے نوویؒ نے کافی بحث کے بعد نقل کی ہے اور اسے اقرب قرار دیا ہے۔[5]

اس سے معلوم ہوا کہ طلاق کے عدمِ وقوع کے لیے زوالِ عقل کا یہ درجہ شرط نہیں ہے کہ اسے اپنے آپ کا، اپنے ارد گرد کا اور اپنی کہی ہوئی باتوں کا ہی ہوش نہ ہو ،بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ اسے اپنی گفتگو پر کنٹرول نہ ہو۔

۳)نابالغ بچے کی طلاق:

حنفیہ اور دیگر کئی فقہاء کے ہاں نابالغ کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی، اگرچہ وہ قریب البلوغ ہو یا صبی ممیز ہو یعنی اسے طلاق وغیرہ ایسے تصرفات کی سمجھ ہو، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ابن الہمامؒ لکھتے ہیں:

"معلوم من كليات الشريعة أن التصرفات لا تنفذ إلا ممن له أهلية التصرف وأدرناها بالعقل والبلوغ خصوصا ما هو دائر بين الضرر والنفع خصوصا ما لا يحل إلا لانتفاء مصلحة ضده القائم كالطلاق فإنه يستدعي تمام العقل ليحكم به التمييز في ذلك الأمر ، ولم يكف عقل الصبي العاقل ؛ لأنه لم يبلغ الاعتدال،----"۔[6]

[3] ابن عابدين، حاشية ابن عابدين (بيروت: دار الفكر للطباعة والنشر، ٢٠٠٠م)، ٣/ ٢٤٣

[4] أيضاً، ٢٣٩/٣

[5] روضة الطالبين: ٦٣/٨

[6] ابن الهمام، كمال الدين، فتح القدير: ٣٨٧/٣

اس سے معلوم ہوا کہ طلاق کے نفاذ کے لیے عقل یا ہوش وحواس کا فی الجملہ موجود ہونا کافی نہیں ہے بلکہ "تمام العقل" کا ہونا یعنی ایسی ذہنی کیفیت کا ہونا ضروری ہے جس میں وہ تصرف کرنے سے پہلے اور لفظ زبان سے نکالنے سے پہلے اس معاملے پر مرتب ہونے والے نفع ونقصان میں موازنہ کرنے کی پوزیشن میں ہو۔

۴) غصے کی حالت میں طلاق:
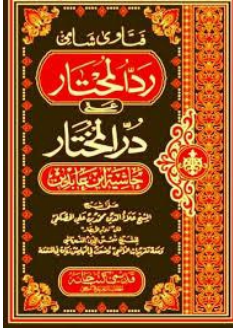
علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں "طلاق المدھوش" اور "طلاق الغضبان" پر تفصیلی بحث کی ہے، انہوں نے ابن القیمؒ کے رسالہ "طلاق الغضبان" سے نقل کیا ہے کہ غصے کی تین حالتیں ہیں۔ ایک ابتدائی حالت ہے، جس میں آدمی کو پتہ ہوتا ہے کہ میں کیا کہہ رہاہوں اور جو کچھ کہہ رہاہوتا ہے، قصد اور ارادے سے کہہ رہاہوتا ہے۔ اس حالت میں دی گئی طلاق کے واقع ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ ایک انتہائی حالت ہے کہ غصے کے غلبے کی وجہ سے اسے پتہ ہی نہ ہو کہ میں کیا کر رہاہوں اور بغیر قصد وارادے کے اس کے منہ سے الفاظ نکل رہے ہوں، اس حالت میں دی گئی طلاق کے بلاشک وشبہ واقع نہ ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ تیسری حالت وہ ہے جو مذکورہ ان دو کیفیتوں کے بین بین ہے، اس صورت میں دی گئی طلاق کا حکم قابلِ غور ہوسکتا ہے، دلائل کے مقتضا سے یہاں بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلاق واقع نہ ہو۔

ابن القیمؒ کے حوالے سے مذکورہ بالا تفصیل نقل کرنے کے بعد علامہ شامیؒ نے اس پر وارد ہونے والے بعض اشکالات کا جواب دینے کے بعد ابن القیمؒ کی رائے کی تائید کرتے ہوئے اس طرف رجحان ظاہر کیا ہے کہ "مدہوش" اور "غضبان" کے بارے میں مذکورہ مثالوں میں فقہاء کی تصریحات اور تعلیلات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ طلاق کے واقع ہونے کے لیے طلاق دینے والے میں عقل کا جو درجہ ضروری ہے کہ اس میں صرف یہ شرط نہیں ہے کہ علم اور ارادہ موجود ہو، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ تصرف سمجھ بوجھ کی حالت میں کیا ہو۔ سمجھ بوجھ سے مراد یہ نہیں ہے کہ طلاق دینے والا بہت زیرک شخص ہو، نہ ہی یہ مراد ہے کہ وہ عملاً تمام عواقب ونتائج پر اچھی طرح غور کرکے اس طرح کا قدم اٹھائے، بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ اس کی ذہنی حالت ایسی ہو کہ اپنی سمجھ بوجھ کو استعمال کرنا چاہے تو کرسکتا ہو۔ اگر اس حوالے سے اس کی ذہنی حالت نارمل ہے تو بغیر سوچے سمجھے طلاق دے دیتا ہے تو اس کی حماقت کے باوجود طلاق واقع ہوجائے گی۔ تاہم اگر کوئی ایسا عارضہ لاحق ہے جس کی وجہ سے اس کی ذہنی حالت غیر عادی اور ابنارمل ہوگئی ہے اور وہ سمجھ بوجھ کر بات نہیں کرسکتا جیسے سکران (بسبب جائز) مدہوش، معتوہ، مجنون اور نائم وغیرہ میں ہوتا ہے یا اس کی سمجھ بوجھ شریعت کی نظر میں ابھی نشوونما کے مراحل میں ہے، جیسے نابالغ میں ہوتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

حاصل یہ کہ طلاق کے وقوع کے لیے یہ ضروری ہے کہ طلاق دینے والا شرعی طور پر اکتمالِ عقل (بلوغ) کے بعد اسے استعمال کرنے کی پوزیشن میں ہو، خواہ عملاً اسے استعمال کرے یا نہ کرے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس کی ذہنی حالت اس کے قابو میں ہو۔ حدیث کے الفاظ "المعتوه المغلوب على عقله"[٧] کا مقتضا بھی یہی ہے، کیونکہ حدیث میں جس کو وقوعِ طلاق سے مستثنیٰ کیا جارہاہے وہ مفقود العقل نہیں، بلکہ مغلوب العقل ہے۔

یہاں تک لکھنے کے بعد سرخسیؒ کی ایک عبارت مل گئی جس میں وہ نشے کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لأن بالسكر لايزول عقله إنما يعجز عن استعماله لغلبة السرورعليه"۔[٨]

اس میں بعینہ وہی بات کہی گئی ہے جو اوپر فقہاکے ذکر کردہ متفرق احکام سے مستنبط کی گئی تھی۔

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر نشہ حرام سبب سے نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی، معلوم ہوا کہ عدمِ وقوعِ طلاق کے لیے آخری درجے کا زوالِ عقل ضروری نہیں، بلکہ اس کے استعمال سے عاجز ہونا کافی ہے۔ مدہوش اور غضبان دونوں میں طلاق واقع نہ ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ بدحواسی اس حد تک پہنچ جائے کہ اسے معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کیا کر رہاہے، بلکہ غلبۂ ہذیان اور سنجیدہ وغیر سنجیدہ گفتگو کا ملا جلا ہونا کافی ہے، تائید میں انہوں نے "سکران" (جب کہ نشہ حرام سبب سے

[٧] الترمذی، سنن الترمذی: ٣/ ٤٩٦، (رقم الحديث: ١١٩١)

[٨] السرخسي، شمس الدين أبو بكر محمد بن أبي سهل، المبسوط (بيروت: دار الفكر للطباعة والنشر، ٢٠٠٠م)، ٦/ ٣١٦-٣١٥

نہ ہو) کی مثال پیش کی ہے کہ اس میں حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق نشے کا اتنا درجہ ہی کافی ہے، آگے چل کر علامہ شامیؒ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر مدہوش، غضبان اور سکران وغیرہ جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ انھیں معلوم بھی ہے اور کہہ بھی قصد وارادے سے رہے ہیں لیکن عمومی گفتگو سے عقل کا اختلال واضح ہو رہا ہے تب بھی طلاق واقع نہیں ہو گی، اس لیے کہ سمجھ بوجھ کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ان کا قصد اور ارادہ غیر معتبر ہے جیسا کہ صبی ممیز میں ہوتا ہے کہ وہ اگر طلاق دے تو اپنے قصد اور ارادے سے دیتا ہے لیکن سمجھ بوجھ کے مکمل نہ ہونے کی وجہ سے اس کی طلاق واقع نہ ہو گی۔

علامہ شامیؒ کی بحث کے چند اقتباسات یہاں پیش کیے جاتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

> "والذى يظهر لى أن كلامن المدهوش والغضبان لايلزم فيه أن يكون بحيث لايعلم مايقول، بل يكتفى فيه بغلبة الهذيان واختلاط الجد بالهزل كما هو المفتى به فى السكران على مامر"۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

> "والذى ينبغى التعويل عليه فى المدهوش ونحوه إناطة الحكم بغلبة الخلل فى أقواله وأفعاله الخارجة عن عادته، وكذا يقال فيمن اختل عقله لكبر أو مرض أو لمصيبة فاجأته: فما دام فى حال غلبة الخلل فى الأقوال والأفعال لاتعتبر أقواله وإن كان يعلمها ويريدها، لأن هذه المعرفة والإرداة غير معتبرة لعدم حصولها عن الإدراك صحيح كما لا تعتبر من الصبى العاقل"۔[9]

۵) ذہنی مریض کی طلاق:

مذکورہ تفصیل سے ایسے لوگوں کی طلاق کا حکم بھی معلوم ہو گیا جو ڈپریشن وغیرہ نفسیاتی بیماریوں کے دورے کے دوران طلاق دے دیتے ہیں، آج کل اس طرح کے نفسیاتی امراض بہت عام ہیں اور بہت سے حالات میں تو ان کا سبب ہی ازدواجی اور خاندانی مسائل ہوتے ہیں، اگر کوئی دوسرا سبب بھی ہو تب بھی ان نفسیاتی کیفیات کی تان زیادہ تر گھریلو معاملات پر ہی ٹوٹتی ہے اور مریض اپنی بھڑاس یہاں نکالنے کو شاید زیادہ آسان سمجھتا ہے، اس لیے اس طرح کے مریض کے گھریلو معاملات پر تکرار کے دوران اس بات کے امکانات بڑھ جاتے ہیں کہ وہ خاص اشتعالی یا دورے کی کیفیت میں ہو، اگر کوئی شخص واقعتاً ایسی کیفیت میں طلاق دے دیتا ہے تو مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی طلاق واقع نہیں ہونی چاہیے۔

اوپر علامہ شامیؒ کی ذکر کردہ عبارت "وكذا يقال فيمن اختل عقله لكبر أو مرض أو لمصيبة فاجأته" سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔

آج کل یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات طلاق دینے والا واقعتاً نفسیاتی مریض اور نفسیاتی معالج کے زیرِ علاج ہوتا ہے۔ اس کے معالج کی اس بات پر تصدیق بھی ہوتی ہے کہ اس کی بیماری اس نوعیت کی ہے کہ ناگوار بات سننے یا دیکھنے کی صورت میں اس کی ذہنی حالت قابو سے باہر ہو جاسکتی ہے اور وہ جو منہ میں آتا ہے کہہ ڈالتا ہے، اپنی سمجھ بوجھ کو استعمال کرنا اس کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود طلاق کے واقع ہونے کا فتوی دے دیا جاتا ہے، جو کہ مذکورہ تفصیل کے مطابق خلافِ اصول ہے۔

البتہ یہ الگ معاملہ ہے کہ طلاق دینے والا یہ دعوی کرتا ہے کہ اس کے طلاق دینے کے وقت یہی کیفیت تھی تو کب اس کی بات تسلیم کی جائے گی، کب نہیں، بہر حال اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ وہ پہلے سے اس طرح کا مریض چلا آرہا ہے تو اس کی یہ بات تسلیم کی جانی چاہیے۔

اس تفصیل کے بعد اب ہم آتے ہیں اصل مسئلے کی طرف، یعنی نشے کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم کیا ہے، تو اس سلسلے میں پہلے فقہاء کے مذاہب پر نظر ڈال لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

---

[9] ابن عابدين، رد المحتار : ۳/ ۲۴۴

حنفیہ کے ہاں معروف اور مفتی بہ قول کے مطابق نشہ اگر ایسے سبب سے ہو جو معصیت نہ ہو تو سکران کی طلاق واقع نہیں ہو گی، اور اگر نشہ کسی ایسے سبب سے ہے جو معصیت ہے تو نشے کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس دوسری قسم کے نشے میں خمر تو بالاتفاق داخل ہے۔ دیگر ناجائز نشوں کے بارے میں متعدد مواقع پر اقوال کا اختلاف بھی ہے، بالخصوص غیر مائع نشہ آور چیزیں مثلاً بھنگ، افیون وغیرہ، یا وہ مائع نشہ آور چیزیں جو انگور، کشمش، کھجور اور چھوارے سے نہ بنی ہو۔ تاہم متاخرین کا عمومی رجحان ان چیزوں کے نشے میں بھی طلاق کے وقوع کی طرف ہے، الّا یہ کہ استعمال کرنے والے نے ان میں سے بطورِ دوا استعمال ہونے والی چیز بطورِ دوا ہی استعمال کی ہو۔

حنفیہ میں سے طحاویؒ اور کرخیؒ نے ترجیح اس بات کو دی ہے کہ کسی بھی قسم کے نشے میں کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہو گی، امام زفرؒ اور محمد بن سلمہؒ کا مذہب بھی یہی نقل کیا گیا ہے، علامہ علاؤالدین شامیؒ کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن بن زیادؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔[10] امام غزالیؒ نے الوسیط میں امام ابو یوسفؒ کا مذہب بھی یہی نقل کیا ہے،[11] تاتار خانیہ میں بعض کتب سے اس کا مفتی بہ قول ہونا بھی نقل کیا ہے، لیکن شامیؒ نے اسے عام متون کے خلاف قرار دیا ہے۔

مالکیہ میں سے بعض حضرات کے نزدیک نشے کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی، لیکن مالکیہ کے ہاں معروف یہ ہے اور خود امام مالکؒ کی تصریح بھی یہ ہے کہ یہ طلاق واقع ہو جائے گی، البتہ مالکیہ کے ہاں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وقوعِ طلاق کی وجہ کیا ہے، ایک رائے یہ ہے کہ چونکہ نشے میں کی حالت میں عقل بالکل زائل نہیں ہوتی بلکہ کچھ نہ کچھ باقی رہتی ہے اس لیے اس کا تصرف نافذ ہو گا۔ اس قول کے مطابق اگر نشہ اپنی انتہاء کو پہنچ جائے اور عقل بالکلیہ زائل ہو جائے تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اس وجہ کے مطابق مالکی اور حنفی مذہبوں میں اصولی اختلاف ہو جائے گا، کہ حنفیہ کے نزدیک طلاق کے عدمِ نفاذ کے لیے زوالِ عقل شرط نہیں بلکہ اس کا مغلوب ہونا ہی کافی ہے، جب کہ مالکیہ کی اس توجیہ کے مطابق عدمِ وقوعِ طلاق کے لیے زوالِ عقل ضروری ہو گا۔ مالکیہ کے ہاں طلاق واقع ہونے کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ چونکہ اس نے اپنی ذہنی کیفیت خود اپنے اختیار سے حرام سبب سے پیدا کی ہے، اس لیے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور اس پر ہوش و حواس والے شخص کے احکام جاری ہوں گے ۔اس توجیہ کے مطابق اگر نشہ اپنی انتہاء کو بھی پہنچا ہوا ہو، اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔[12]

شافعیہ کے ہاں اگر تو نشہ کسی ایسے سبب سے ہو جس میں اس شخص کی تعدّی اور غلطی نہ ہو تو بالاتفاق طلاق نہ ہو گی، اور اگر نشہ کسی ناجائز سبب سے ہو تو امام شافعیؒ کے اس مسئلے میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ طلاق واقع نہیں ہوئی، دوسرا یہ کہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ پہلے قول کو قولِ قدیم قرار دیا گیا ہے، ابو ثور، مزنی، ابو سہل اور ابو طاہر الزیادی نے اسے ہی اختیار کیا ہے اور امام غزالیؒ نے اسے اقیس قرار دیا ہے،[13] جب کہ دوسرے قول کو قولِ جدید قرار دیا گیا ہے اور بیشتر شافعیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

سکران کے حکم بارے میں مرداوی نے "الإنصاف" میں امام احمدؒ سے پانچ روایتیں ذکر کی ہیں، ان میں تین کے مطابق طلاق واقع نہیں گی اور دو کے مطابق واقع ہو جائے گی، ترجیح میں بھی حنابلہ کے اقوال مختلف ہیں۔

صحابہ و تابعین میں سے سعید بن المسیب، حسن بصری، ابراہیم نخعی، زہری اور شعبی وغیرہ وقوعِ طلاق کے قائل ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کا فیصلہ نقل کیا جاتا ہے، جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سندِ صحیح کے ساتھ ثابت ہے کہ طلاق واقع نہیں ہو گی اور یہی مذہب قاسم بن محمد، طاؤس، عکرمہ، عطا اور ابو الشعثاء وغیرہ سے منقول ہے۔ عمر بن عبد العزیزؒ پہلے طلاق واقع ہونے کے قائل تھے، بعد میں رجوع کر لیا تھا اور واقع نہ ہونے کے قائل ہو گئے تھے۔

---

[10] ابن عابدين، تكملة حاشية رد المحتار: ١٩٧/٨

[11] الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد، الوسيط في المذهب (القاهرة: دار السلام، ١٤١٧ھ)، ٣٩٠/٥

[12] أبو البركات أحمد بن محمد العدوي، الشهير بالدرديرو الشرح الكبير: ج٢، ص ٣٦٥ ؛ محمد بن يوسف بن أبي القاسم العبدري أبو عبد الله، التاج والإكليل لمختصر خليل (بيروت: دار الفكر، ١٣٩٨ھ): ج ٤ ص ٤٣

[13] الوسيط: ٣٩٠/٥؛ روضة الطالبين: ٦٢/٨

جو حضرات طلاق سمیت سکر ان کے اقوال کو معتبر اور نافذ مانتے ہیں انہوں نے اس مسئلے پر کوئی واضح نص پیش نہیں کی، جن نصوص سے کسی درجے میں استدلال کیا بھی ہے تو وہ ان حضرات کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے جو مطلقاً نشے کی حالت کو مزیلِ اہلیت نہ مانتے ہوں، اس لیے کہ اس میں عقل بالکلیہ زائل نہیں ہوتی خواہ نشہ جائز سبب سے ہو، مثلاً قرآنی آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَقْرَبُوا الصَّلاَةَ وَأَنتُمْ سُكَارَى [النساء ۴:۴۳] سے بعض فقہائے حنفیہ نے بھی استدلال کیا ہے، قطع نظر اس امر کے کہ یہ استدلال کس حد تک واضح ہے، اس پر یہ اشکال باقی رہتا ہے کہ یہ آیت اس دور میں نازل ہوئی تھی جب شراب حرام نہیں ہوئی تھی، اس لیے اس سے ثابت ہونے والے اصول کا اطلاق جائز نشے کی حالت پر بھی ہونا چاہیے جب کہ حنفیہ کے نزدیک ایسا نہیں ہے۔

دوسری طرف جن حضرات کے نزدیک نشے کی حالت میں اقوال نافذ اور معتبر نہیں ہیں، ان کا ایک اہم استدلال ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے واقعات سے ہے کہ ان کے اقرار کرنے پر آنحضرت ﷺ نے ایک سوال یہ بھی کیا کہ اس نے کہیں شراب تو نہیں پی ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نشے کی حالت میں کیا گیا اقرار معتبر نہیں ہے، اگرچہ اس پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدود چونکہ شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں اور نشے کی حالت میں اقرار بھی شبہ سے خالی نہیں، اس لیے اس اقرار کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ البتہ حدیث کے الفاظ "المعتوه المغلوب على عقله" کا عموم ان حضرات کی اہم دلیل ہے کہ اس میں اس بات کی وجہ سے فرق نہیں کیا گیا کہ یہ غلبۂ عقل جائز سبب سے ہو یا ناجائز سے۔

بہر حال مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی کہ جو حضرات حرام نشے کی حالت میں وقوعِ طلاق کے قائل ہیں بالخصوص حنفیہ اور شافعیہ، ان کا مذہب کسی نص صریح پر مبنی نہیں ہے، اسی طرح ان حضرات کی یہ رائے قیاس اور اصول پر بھی مبنی نہیں ہے، اس لیے کہ شروع میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ ان کے نزدیک اہلیتِ طلاق کے زائل ہونے کے لیے جنون کی کیفیت کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ عقل کا مغلوب ہونا ہی کافی ہے اور یہ بات نشے میں ہوتی ہے، جس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ اسی طرح کا نشہ اگر جائز سبب سے ہو تو ان حضرات کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس لیے اگرچہ بعض حنفیہ نے حرام نشے کی حالت میں طلاق کے وقوع پر اصول سے استدلال کی کوشش کی ہے لیکن ان سب استدلالات پر ایک عمومی اعتراض یہی کیا جا سکتا ہے کہ ان دلائل کے مطابق حلال نشے کی حالت میں بھی طلاق واقع نہیں ہونی چاہیے۔

ناجائز نشے میں دی گئی طلاق کے واقع ہونے کی اصل وجہ وہی ہے جو تقریباً تمام فقہائے حنفیہ اور شافعیہ نے ذکر کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ نشے کی حالت بذاتِ خود طلاق کے واقع ہونے سے مانع ہے، لیکن یہاں یہ مانعیت اپنا اثر اس لیے نہیں دکھائے گی کہ اس نے یہ حالت خود معصیت کے راستے سے پیدا کی ہے۔ گویا نہ صرف یہ کہ وقوعِ طلاق کا فتویٰ اصول کا مقتضا نہیں ہے بلکہ یہ فتویٰ ایک اصول کی تاثیر کو نظر انداز کر کے گویا خلافِ قیاس دیا گیا ہے۔

نشے کی حالت زوالِ اہلیتِ طلاق کا ایک سبب ہے، لیکن یہاں طریقِ کار کے معصیت ہونے کی وجہ سے اس سبب کا اثر مرتب نہیں ہوگا، تو کیا یہ بھی کوئی اصول ہے کہ معصیت کسی سبب کی تاثیر میں مانع بن جاتی ہے؟ کم از کم حنفیہ کے ہاں عموماً ایسا نہیں ہوتا، اس کی ایک واضح مثال سفر معصیت میں قصر، حالتِ حیض کی طلاق، اکٹھی تین طلاقیں اور ارضِ مغصوبہ میں نماز وغیرہ ہیں۔ اسی طرح غصب وغیرہ کے کئی احکام سے اس کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ یہی اعتراض حافظ ابن حجرؒ نے امام طحاویؒ کا وقوعِ طلاق کے قائلین پر نقل کیا ہے۔[14] اگر بغور دیکھا جائے تو وقوعِ طلاق کے قائلین کو امام طحاویؒ کی بات کی معقولیت سے بظاہر انکار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ وقوعِ طلاق کے قائلین پر یہ اعتراض تب ہوتا جب وہ یہ کہہ رہے ہوتے کہ وقوعِ طلاق کا فیصلہ اصول اور قواعد یا قیاس کی بنیاد پر ہے، جب کہ ان حضرات کا منشا یہ ہرگز معلوم نہیں ہوتا۔ ان حضرات نے جو لفظ استعمال کیے ہیں، وہ عموماً دو ہیں: ایک تغلیظ کا، دوسرے زجر کا۔ تغلیظ کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ

[14] حافظ ابن حجر، فتح الباری: ۹/۱۹۳

وہ اصولی طور پر اس "رعایت" کا مستحق تھا کہ اس کی طلاق واقع نہ ہو لیکن اس کے غلط طریقِ کار کی وجہ سے بطورِ سزا یہ رعایت اسے نہیں دی جائے گی۔ اور زجر کے معنی یہ ہیں کہ جب نشے کی حالت میں دی گئی طلاق ہم نافذ کر دیں گے تو یہ خود بھی اور دوسرے لوگ بھی آئندہ نشہ کرنے سے گریز کریں گے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کم از کم حنفیہ کے ہاں وقوعِ طلاق کا حکم محض انتظامی ہے، اصولی یا منصوص نہیں ہے۔ مذکورہ بالا بحث کا مقصد بھی دلائل کے اعتبار سے کسی قول کو راجح یا مرجوح قرار دینا نہیں ہے، بلکہ یہی دیکھنا ہے کہ وقوعِ طلاق کے قائلین کا اصل منشا کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس کو حکمِ انتظامی قرار نہ دیا جائے تو اشکالات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ انتظامی نوعیت کے حکم کا انحصار حالات پر بھی ہوتا ہے، جیسے سدِّ ذریعہ وغیرہ پر مبنی احکام میں ہوتا ہے، اس لیے حالات کی تبدیلی کی صورت میں ایسے احکام میں بھی تبدیلی ہو سکتی ہے۔

آج کے حالات کے پیشِ نظر نشے کی حالت میں دی گئی طلاق کا فتویٰ کئی وجوہ سے نظرِ ثانی کا محتاج معلوم ہوتا ہے، مثلاً:

۱) جیسا کہ اوپر بیان ہوا بیشتر فقہاء بالخصوص فقہائے حنفیہ نے سکران کی طلاق کو "تغليظاً"، "عقوبةً" اور "تشديدًا" نافذ قرار دیا ہے۔ اس مسئلے میں فقہاء کی عبارات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ دشوار ہے۔ ظاہر ہے کہ "تغليظ"، "تشديد" اور "عقوبت" اسی شخص پر ہونی چاہیے جس سے معصیت کا صدور ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فقہاء کے پیشِ نظر عموماً وہ صورتیں تھیں جن میں وقوعِ طلاق کا نقصان خاوند کو ہوتا ہے، جب کہ ہمارے زمانے میں بالخصوص برِّصغیر کے سماجی حالات میں عموماً طلاق کے اثراتِ بد مرد سے کہیں زیادہ بیوی اور اس کے بچوں پر مرتب ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک کے کیے کی سزا دوسروں کو دینا جب کہ جس حکم کے ذریعے سزا دی جا رہی ہے، وہ غیر منصوص ہو بلکہ نص (المغلوب على عقله) کے عموم اور عام اصول کے بھی خلاف ہو، قرینِ مصلحت اور قرینِ انصاف نہیں ہے۔

۲) فقہاء نے وقوعِ طلاق کی ایک وجہ "زجر" بیان کی ہے، لیکن اول تو ہمارے زمانے میں یہ سوال اہم ہے کہ وقوعِ طلاق کے فتوے سے یہ مقصد حاصل ہو بھی رہا ہے یا نہیں، دوسرے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ حکم ایک مصلحت کے حصول یا ایک مفسدے کے ازالے کے لیے ہے، یعنی لوگ نشے سے بچ جائیں۔ نشہ بھی ایک مفسدہ ہے اور طلاق بھی ایک مفسدہ ہے، جسے ابغض الحلال قرار دیا گیا ہے اور حدیث شریف میں بتایا گیا ہے کہ ابلیس اپنے اس چیلے کو زیادہ شاباش دیتا ہے جو زوجین میں تفریق کرا کے آیا ہو، بالخصوص ہمارے ماحول میں اس کے مفاسد پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ معاشی تنگی، مفاد پرستی اور خود غرضی کے ماحول کی وجہ سے بیوی بچوں کی کفالت کے بے شمار مسائل پیدا ہو جاتے ہیں اور بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کے حوالے سے پیدا ہونے والے مسائل اس سے بھی سنگین ہوتے ہیں۔ ان حالات میں وقوعِ طلاق اور عدمِ وقوع دونوں پر مرتب ہونے والے مفاسد کے توازن کو مدِّ نظر رکھ کر اس مسئلے پر از سرِ نو غور کی ضرورت ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عموماً وقوعِ طلاق کے مفاسد اس متوقع فائدے (زجرعن السكر) سے زیادہ ہوتے ہیں۔ نیز زجر کا فائدہ محتمل ہے اور وقوعِ طلاق کے مفاسد یقینی، اس لیے ہمارے زمانے میں عدمِ وقوعِ طلاق کا فتویٰ ہی انسب معلوم ہوتا ہے۔

۳) یوں لگتا ہے کہ سکران کی طلاق واقع کرنے میں فقہاء کے پیشِ نظر احتیاط کا پہلو بھی تھا، چنانچہ شہد یا اناج سے بنے ہوئے نبیذ مسکر پر بحث کرتے ہوئے ابن نجیم بزازیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"المختار في زماننا لزوم الحد، لأن الفساق يجتمعون عليه، وكذا المختار وقوع الطلاق، لأن الحد يحتال لدرئہ والطلاق يحتاط فيه، فلما وجب مايحتال لأن يقع مايحتاط أولى".[15]

اس سے یہ قاعدہ معلوم ہوتا ہے کہ طلاق ان احکام میں سے ہے جنہیں فقہاء بطورِ احتیاط بھی ثابت کر دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ احتیاط کو اسی صورت میں اختیار کیا جاتا ہے جب کہ اس پر دیگر مفاسد و مضار مرتب نہ ہو رہے ہوں۔

۴) جیسا کہ اوپر ذکر ہوا سکران کی طلاق واقع ہونے کا حکم منصوص یا اصولی نہیں، انتظامی ہے۔ اول تو لزومِ مفاسد وغیرہ کی وجہ سے ویسے ہی دوسرے مذہب کو اختیار کرنے کی بیسیوں مثالیں فقہاء کے ہاں ملتی ہیں۔ حکم کے انتظامی ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ اور آسان ہو جاتا ہے، اور پھر اس وجہ سے بھی کہ خود حنفیہ میں سے بھی امام زفرؒ، حسن بن زیادؒ، طحاویؒ اور کرخیؒ جیسی شخصیات کی آرا عدمِ وقوع کی موجود ہیں۔ مزید برآں یہ کہ ہمارے زمانے میں نشہ یا تو غیر مائع چیزوں سے ہوتا ہے یا ایسے مائعات سے جو انگور یا کھجور سے بنے ہوئے نہ ہونے کی وجہ سے اشربہ اربعہ سے خارج ہوتے ہیں۔ ان

۱۵ زين الدين بن إبراهيم ابن نجيم المصري، البحر الرائق، دار الكتاب الإسلامي: ٣/ ٢٦٦

نشوں کی حالت میں طلاق کے بارے میں مشائخ حنفیہ کے اندر مزید اختلاف موجود ہیں اور تصحیح میں بھی اختلاف ہے۔ مثلاً صاحب بحر نے قاضی خان سے عدمِ وقوع کی تصحیح نقل کی ہے، اس لیے عدمِ وقوعِ طلاق کا فتویٰ دینے میں کوئی زیادہ خروج عن المذہب بھی نہیں پایا جارہا ہے، اس لیے وقوعِ طلاق والے حکم کی اصل حیثیت وتعلیل کو اور ہمارے زمانے اور علاقوں کے حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے رجحان اس طرف ہورہا ہے کہ طلاق واقع نہ ہونے کا فتویٰ دیاجائے۔ البتہ اس میں نشے کی نوعیت کی تفصیل میں جانے سے اور قاضی خان وغیرہ کے قول اختیار کرنے کی صورت میں چونکہ بعض نشوں کی شناعت کم ہونے کا اندیشہ ہے، اس لیے درست یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام زفرؒ، حسن بن زیادؒ، طحاویؒ اور کرخیؒ جیسے حضرات کی رائے اختیار کرتے ہوئے کہاجائے کہ نشے کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی، قطع نظر نشے کی نوعیت سے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ خلافتِ عثمانیہ میں جس طرح سول مقدمات کے لیے "مجلة الأحكام العدلية" کے نام سے ایک مدون قانون جاری ہوا تھا، اسی طرح اس خلافت کے آخری دور میں خاندانی مسائل کے لیے بھی ایک قانون "قرار حقوق العائلة" کے نام سے نافذ ہوا تھا، جس کی تیاری میں اس وقت کے بڑے بڑے علماء شریک ہوئے تھے۔ اس قانون کی دفعہ ۱۰۴ میں یہی کہا گیا ہے کہ نشے کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی ،چاہے نشہ جائز سبب سے ہو یا ناجائز سے۔ اس قانون کی ابتدا میں توضیحی مقدمے میں اس مسئلے پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اس میں کہا گیا ہے کہ اگر خاوند نے نشہ کرکے غلط کام کیا ہے تو اس کی وجہ سے اسے سزا کسی اور طریقے سے بھی دی جاسکتی ہے۔ اس ایک آدمی کی غلطی کی وجہ سے پورا خاندان توڑ دینا درست نہیں ہے۔ جائز اور ناجائز نشے میں فرق خاندان کو ہلاکت کے کنارے پر لے آئے گا۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ طلاق واقع نہ ہونے کا قول حضرت عثمانؓ سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ اس میں ہے:

> "ويلزم أن لا يكون ثمة فرق في الطلاق بين أن يكون السكر بالطريق الحرام أو بالطريق المباح. نعم يمكن معاقبة الزوج لارتكابه أمرا محرّما ، ولكن لا مناسبة بين معاقبته على أمر ممنوع وبين إلزامه أثر فعل صدر منه في حال جنون مؤقت لا ينبغي أن يترتب عليه حكمٌ ومحوُ عائلة بسبب ذلك"۔